امتحان میں کامیابی

کے لیے بہترین

اور مختصر مواد

خلاصہ ھدایۃ الحکمۃ

فلسفہ مع ردِّ فلسفہ

مؤلف:

حضرت علامہ مولانا محمد آصف عطاری مدنی حفظہ اللہ

مدرّس جامعۃ المدینہ فیضانِ زکریا ملتان شریف

فہرست

پہلی فصل ____ 2
دوسری فصل ____ 3
تیسری فصل ____ 6
چوتھی فصل ____ 8
پانچویں فصل ____ 9
چھٹی فصل ____ 11
ساتویں فصل ____ 12
آٹھویں فصل ____ 13
نویں فصل ____ 14
دسویں فصل ____ 16

پہلی فصل

➢ **نفسِ مسئلہ:** جزءِلایتجزیٰ (ایسا جزء جو تقسیم نہ ہوتا ہو) ثابت ہے یا نہیں؟

➢ **فلاسفہ کا مؤقف:** جزءلایتجزیٰ باطل ہے۔(نہیں ہوتا)

➢ **ہمارا مؤقف:** جزءلایتجزیٰ ثابت ہے۔(ہوتا ہے)

فلاسفہ کے دلائل:

1: فلاسفہ کہتے ہیں کہ دو جزءوں کے درمیان ایک جزء کو فرض مان لیں تو یہ جزء ان دو جزءوں کو ملنے سے روکنے والا ہو گا یا نہیں۔اگر ہو تو اسکی ایک طرف دوسری کا غیر ہو گی لہذا ثابت ہوا ایک جزء دونوں طرف تقسیم ہونے والا ہے۔

2: دو جزءوں کے ملنے کی جگہ ایک جزء کو فرض مان لیں تو یہ جزء ان دونوں سے مکمل طور پر نہیں ملا ہو گا یا مکمل طور پر ملا ہو گا یا دونوں سے تھوڑا تھوڑا ملا ہو گا پہلی صورت باطل باقی دو رہ گئی تو ثابت ہو گیا کہ ایک جزء دو حصوں میں تقسیم ہو تا ہے لہذا جزءلایتجزی باطل ہے۔

ہمارے دلائل:

1. آیت کریمہ:(وَ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ)"جب تم بکھر کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے "
2. (وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ)"ہم نے ان میں تمام تفریقیں کرکے انہیں بکھیر دیا "

ان آیات سے ثابت ہو تا ہے کہ جتنی تفریقیں ممکن تھیں اللہ پاک نے ڈال دیں اگر مزید تفریق ممکن ہوتی تو "کل ممزق" کے الفاظ نہ آتے لہذا اس سے ثابت ہوا جزءلایتجزی ہو تا ہے ۔

فلاسفہ کا رد:

اگر ان کی مذکورہ دلیل کو مان بھی لیا جائے تو اس سے اجزائے لاتتجزی کے درمیان خلائے فاصل کی تقسیم ہو گی نہ کہ جزءلاتجزی کی کیوں کہ انہوں نے ایک ہی جزء کی دو طرفیں مان کر اس کو تقسیم کر دیا حالانکہ جزءلایتجزی کی دو طرفیں ہوتی ہی نہیں اور اگر دو طرفیں ہوں تو وہ جزءلایتجزی نہیں ہو تا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری فصل

➢ **نفسِ مسئلہ:** 1۔ انفصال کو قبول کرنے والے بعض اجسامِ مفردہ جیسے آگ اور پانی کا متصل واحد ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

2۔ ہیولیٰ قابلِ انفصال ہوتا ہے یا نہیں؟

3۔ صورتِ جسمیہ ہیولیٰ کے بغیر پائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز حال محل کے بغیر پایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

➢ **فلاسفہ کا مؤقف:** 1: ضروری ہے۔ 2: قابلِ انفصال ہونا ضروری ہے۔ 3: نہیں پائی جاسکتی، نہیں پایا جاسکتا

➢ **ہمارا مؤقف:** 1: ضروری نہیں۔ 2: قابلِ انفصال ہونا ضروری نہیں۔ 3: پائی جاسکتی ہے، پایا جاسکتا ہے۔

فلاسفہ کا پہلا دعوٰی:

انفصال کو قبول کرنے والے بعض اجسامِ مفردہ جیسے آگ اور پانی کا متصل واحد ہونا ضروری ہے!

فلاسفہ کی دلیل:

اجسام یا تو متصل ہونگے یا منفصل اگر منفصل ہوں تو انکا اجزاء سے مرکب ہونا لازم آئے گا۔ اور اس صورت میں یہ تین حال سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو ایک جہت کی طرف تقسیم ہوگا یا دو جہتوں کی طرف یا پھر تینوں جہتوں کی طرف تقسیم ہوگا۔ اور یہ تینوں ہم باطل کرچکے ہیں کیونکہ ان سے جزءِ لایتجزی کا ثبوت ہوگا۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ ایسا جسم جو متصل واحد ہو وہ انفصال کو قبول کرتا ہے۔

فلاسفہ کا رد:

انکا پہلا دعوٰی کہ " آگ اور پانی جسمِ مفرد اور قابلِ انفصال ہیں اور انکا فی نفسہٖ متصل واحد ہونا ضروری ہے " اور اس پر دلیل دی کہ " ایسا ہو تو خطِ جوہری سطحِ جوہری اور جزءِ لایتجزیٰ لازم آئیں گے اور یہ باطل ہے۔ "

ہمیں یہ دعوٰی قبول نہیں کیونکہ یہ تینوں چیزیں (خطِ جوہری سطحِ جوہری اور جزءِ لایتجزیٰ) ہمارے نزدیک باطل ہی نہیں ہیں۔ تو یہ دلیل حجّت نہیں بن سکتی۔ اور ایسا ہو سکتا ہے بعض اجسام متصل ہوں اور بعض نہ ہوں۔

نیز فلاسفہ کی جانب سے جو خطِ جوہری اور سطحِ جوہری پر دلائل دیے جاتے ہیں وہ اتصالِ حقیقی پر موقوف ہیں اور ہمارے نزدیک ان میں اتصالِ حقیقی نہیں ہے۔

فلاسفہ کا دوسرا دعویٰ:

فلاسفہ کہتے ہیں ہر جسم کے لیے ہیولیٰ ہے اور وہی قابلِ انفصال ہے۔ معلوم ہوا کہ جس جسم کے لیے ہیولیٰ ہو گا وہ تقسیم کو قبول کرے گا۔

فلاسفہ کا رد:

فلاسفہ کا یہ دعویٰ باطل ہے۔ آیئے! ہم آپ کو ہیولیٰ کے مذہب پر ایسے اجسام دکھاتے ہیں جن کے لیے فلاسفہ ہیولیٰ تو مانتے ہیں لیکن قابلِ انفصال قرار نہیں دیتے۔ جیسا کہ فلاسفہ کے نزدیک اجسامِ فلکیہ کون و فساد کو قبول نہیں کرتے حالانکہ فلاسفہ اِن افلاک کے لیے نو(9) ہیولے مانتے ہیں۔ اب ہونا تو یہ چاہیے کہ جس طرح یہ ان افلاک کے لیے ہیولیٰ مانتے ہیں تو انکو قابلِ تقسیم بھی مانیں جبکہ انکے نزدیک افلاک کا قابلِ تقسیم ہونا باطل ہے۔ اب اگر وہ کہیں کہ اجسام کے لیے ہیولیٰ ماننے کے بعد بھی اُن کا قابلِ انفصال ہونا ضروری نہیں تو انکا یہ دعویٰ باطل ہو جائے گا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہیولیٰ قابلِ انفصال ہوتا ہے۔

فلاسفہ کا تیسرا دعویٰ:

فلاسفہ کہتے ہیں صورتِ جسمیہ کا جو ہیولیٰ میں حلول ہے وہ حلولِ سُریانی ہے اور حلولِ سریانی میں حال محل کے بغیر نہیں پایا جاتا لہٰذا صورتِ جسمیہ مفرد ہو یا مرکب ہیولیٰ کے بغیر نہیں پائی جاسکتی۔

فلاسفہ کا رد:

فلاسفہ کا یہ دعویٰ بھی باطل ہے۔ آیئے! ہم آپکو ایسی مثال دکھاتے ہیں جہاں حلولِ سریانی ہے لیکن پھر بھی حال محل کے بغیر پایا جاسکتا ہے۔ جیسے: "ماءُالورد" کا "ورد" میں حلول ہونا۔ یہ حلولِ سریانی ہے لیکن پھر بھی "ماءُالورد "، "ورد" کے بغیر پایا جاسکتا ہے جیسا کہ جب پھول کی پتّیوں سے پانی الگ کر لیا جائے۔

اس پر اگر اعتراض کریں کہ ماءُالورد ابتدائی طور پر تو ورد کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ تو ہم ایک اور مثال دکھادیں گے کہ جیسے لمکا یا چینی کا پانی میں حلول کرنا یہ حلولِ سریانی بھی ہے اور ابتدائی طور پر حال، محل کا محتاج بھی نہیں ہے۔ اور آپ انکو کیمیکل کے ذریعے جدا بھی کر سکتے ہو۔ تو ثابت ہوا حال محل کے بغیر پایا جاسکتا ہے۔

حلولِ سُریانی: حال محل کے ہر جزء میں سرایت کیے ہوئے ہو، اور حال کے تقسیم کرنے سے محل تقسیم ہو جائے، اور حال کی طرف اشارہ بعینہٖ محل کی طرف اشارہ ہو۔

خطِ جوہری: وہ جسم جو عرض میں تقسیم ہونے کو قبول نہ کرے۔

سطحِ جوہری: وہ جسم جو عمق میں تقسیم ہونے کو قبول نہ کرے۔

حلول: حلول یہ ہے کہ ایک شے دوسری کے ساتھ اسطرح مختص ہو کہ شے اوّل نعت اور شے ثانی منعوت بن جائے اور ان میں سے ایک کی طرف اشارہ حسّیہ بعینہٖ دوسرے کی طرف اشارہ حسّیہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسری فصل

➢ **نفسِ مسئلہ:** صورتِ جسمیہ بغیر ہیولیٰ کے پائی جاسکتی ہے یا نہیں۔

➢ **فلاسفہ کا موٴقف:** صورتِ جسمیہ بغیر ہیولیٰ کے نہیں پائی جاسکتی۔

➢ **ہمارا موٴقف:** صورتِ جسمیہ ہیولیٰ کے بغیر پائی جاسکتی ہے۔

فلاسفہ کی دلیل:

فلاسفہ کہتے ہیں کہ صورتِ جسمیہ بغیر ہیولیٰ کے پائی جائے تو دو(2) حال سے خالی نہیں ہو گی۔

1: متناہی ہو کر پائی جائے گی۔ 2: یا غیر متناہی ہو کر پائی جائے گی۔

1: غیر متناہی ہو کر پایا جانا باطل ہے کیونکہ خارج میں تمام اجسام متناہی ہوتے ہیں (یعنی انکی کوئی حد ہوتی ہے)۔ تو صورتِ جسمیہ کے خارج میں غیر متناہی ہو کر پائے جانے کی صورت میں متناہی اور غیر متناہی کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔ 2: متناہی ہو کر پایا جانا بھی باطل ہے کیونکہ ہر متناہی کسی نہ کسی حد میں محصور ہوتا ہے۔ ایک حد میں محصور ہونے کی وجہ سے وہ متناہی جسم ایک شکل بن جاتا ہے جسکے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ یہ شکل کسی لازم کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے یا ذات کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے یا کسی عارض کی وجہ سے۔ اگر لازم یا ذات کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے تو یہ باطل ہے چونکہ اس صورت میں تمام اجسام کا ایک ہی شکل سے متشکل ہونا لازم آئے گا جو کہ باطل و محال ہے۔ اور اگر کسی عارض کی وجہ سے وہ شکل حاصل ہوئی ہے تو یہ صورت بھی باطل ہے کیونکہ عارض جدا بھی ہو جاتا ہے تو اس صورت میں جب عارض جدا ہو گا تو صورتِ جسمیہ سے ایک شکل کا زوال اور نئے عارض کی وجہ سے ایک نئی شکل کا حصول ہو گا۔ جس سے صورتِ جسمیہ کا قابلِ انفصال ہونا لازم آئے گا۔ اور اسطرح وہی صورتِ جسمیہ جسے ہم نے ہیولیٰ سے جدا مانا تھا اُس کا ہیولیٰ سے ملا ہونا لازم آئے گا۔

لٰہذا اس سے ثابت ہوا کہ صورتِ جسمیہ بغیر ہیولیٰ کے نہیں پائی جاسکتی۔

ہماری دلیل:

پہلی بات تو یہ ہے کہ صورتِ جسمیہ حال ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ حال محل کے بغیر پایا جاسکتا ہے جو کہ ہم حلولِ سُریانی میں ثابت کر چکے ہیں۔ پس جب حال محل کے بغیر پایا جاسکتا ہے تو صورتِ جسمیہ بھی ہیولیٰ کے بغیر پائی جاسکتی ہے۔

فلاسفہ کا رد:

اور رہی فلاسفہ کی دلیل وہ ہمارے نزدیک مکمل طور پر باطل ہے کیونکہ ہم ہیولیٰ کو سِرے سے مانتے ہی نہیں۔ جب ہم ہیولیٰ کو مانتے ہی نہیں تو اسکو ہمارے اوپر حجّت نہیں بنایا جاسکتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

چوتھی فصل

- **نفسِ مسئلہ:** ہیولیٰ صورتِ جسمیہ کے بغیر پایا جاسکتا ہے یا نہیں۔
- **فلاسفہ کا مؤقف:** ہیولیٰ صورتِ جسمیہ کے بغیر نہیں پایا جاسکتا۔
- **ہمارا مؤقف:** ہمارے نزدیک ہیولیٰ ہی باطل ہے۔

فلاسفہ کی دلیل: فلاسفہ کہتے ہیں کہ ہیولیٰ صورتِ جسمیہ کے بغیر پایا جائے تو دو(2) حال سے خالی نہیں ہو گا۔
1: قابلِ تقسیم ہو گا۔ 2: یا قابلِ تقسیم نہیں ہو گا۔ قابلِ تقسیم نہ ہونا باطل ہے کیونکہ یہ ذاتِ وضع ہے اور ہر ذاتِ وضع قابلِ تقسیم ہوتی ہے۔ جبکہ قابلِ تقسیم ہونا بھی باطل ہے کیونکہ یہ یا تو ایک جہت میں تقسیم ہو گا یا دو جہتوں میں یا تینوں جہتوں میں تقسیم ہو گا۔ اور یہ تینوں ہی باطل ہے۔ اور اگر یہ غیرِ ذاتِ وضع ہو کر پایا جائے تو یہ بھی تو دو(2) حال سے خالی نہیں ہو گا۔ یا تو اسکے ساتھ صورت کا اقتران (یعنی ملا ہونا) ہو گا یا نہیں ہو گا۔ اقتران نہ ہونا تو باطل ہے کیونکہ اگر اقتران نہ ہو تو پھر تو یہ ہیولیٰ ہی نہ رہا کیونکہ ہر ہیولیٰ صورتِ جسمیہ کا محل ہے۔ اور اگر اقتران ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اس صورت میں ہیولیٰ کا جب صورتِ جسمیہ سے اقتران ہو گا تو یہ تین حال سے خالی نہ ہو گا۔ 1: وہ جسم کسی بھی حیّز میں حاصل نہ ہو گا۔ 2: تمام احیاز میں حاصل ہو گا۔ 3: یا بعض احیاز میں حاصل ہو گا اور بعض میں نہیں۔ پہلی صورت باطل ہے کیونکہ ہر جسم کسی نہ کسی حیّز میں حاصل ہوتا ہی ہے۔ اور دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ ایک جسم ایک وقت میں ایک ہی حیّز میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ سب میں۔ اور تیسری صورت بھی باطل ہے کہ بعض میں حاصل ہو اور بعض میں حاصل نہ ہو تو اس میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔

ہمارا مؤقف:

فلاسفہ اپنی دلیل سے ثابت کرتے ہیں کہ ہیولیٰ صورتِ جسمیہ کے بغیر ذاتِ وضع اور غیر ذاتِ وضع ہو کر نہیں پایا جاسکتا۔ جبکہ ہمارے نزدیک ہیولیٰ ہی باطل ہے۔ کہ مطلقاً ہیولیٰ پایا ہی نہیں جاتا۔ اسی لیے انکے رد کرنے کی بھی کوئی حاجت نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچویں فصل

- **نفسِ مسئلہ:** صورتِ نوعیہ ثابت ہے یا نہیں۔
- **فلاسفہ کا موقف:** صورتِ نوعیہ ثابت ہے۔
- **ہمارا موقف:** صورتِ نوعیہ ثابت نہیں۔

صورتِ نوعیہ کی تعریف:

ہر جسمِ طبعی میں ہیولیٰ اور صورتِ جسمیہ کے علاوہ ایک اور صورت ہوتی ہے جِسے صورتِ نوعیہ کہتے ہیں۔ یہ بھی بعینہٖ صورتِ جسمیہ کی طرح ہیولیٰ میں حلول کیے ہوتی ہے۔

فائدہ:

اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ اجسام کی ایک نوع کو دوسری نوع سے ممتاز کرتے ہیں۔

فلاسفہ کی دلیل:

بعض اجسامِ طبعی جو بعض احیاز کے ساتھ مختص ہوتے ہیں۔ یہ اختصاص چار وجوہات کی بناء پر ہو سکتا ہے۔

1: کسی امرِ خارج کی وجہ سے   2: ہیولیٰ کی وجہ سے   3: صورتِ جسمیہ کی وجہ سے   4: کسی اور صورت کی وجہ سے

- پہلی صورت باطل ہے کیونکہ کسی شے کا خارج اُس شے کو کسی حیّز سے خارج کرنے کا سبب نہیں بن سکتا۔
- دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ اگر ہیولیٰ کو اس اختصاص کی وجہ مانیں تو تمام عنصریات کا ایک ہی حیّز میں مشترک ہونا لازم آئے گا۔ جو کہ باطل ہے۔
- اور تیسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ صورتِ جسمیہ کو اختصاص کی وجہ مانیں تو چونکہ تمام اجسامِ عالَم کی ایک ہی صورتِ جسمیہ ہے تو اسطرح تمام عنصریات کا ایک ہی حیّز میں مشترک ہونا لازم آئے گا۔ جو کہ باطل ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اختصاص کی وجہ کوئی چوتھی چیز ہے اور یہی تو صورتِ نوعیہ ہے۔ لہٰذا صورتِ نوعیہ ثابت ہے۔

ہمارا موقف:

ہمارے نزدیک ایک نوع کا دوسری انواع سے ممتاز ہونا جسم کو لاحق ہونے والے عوارضات کی وجہ سے ہے نہ کہ صورتِ نوعیہ کی وجہ سے۔

فلاسفہ کا رد:

- اُن کا یہ کہنا کہ صورتِ نوعیہ ہیولیٰ میں حلول کیسے ہوتی ہے باطل ہے کیونکہ ہم ہیولیٰ کو مانتے ہی نہیں۔
- دوسرا اُن کا یہ کہنا کہ فاعل کسی چیز کو کسی حیّز میں خاص کرنے کا سبب نہیں بن سکتا یہ باطل ہے کیونکہ رب فاعلِ مختار ہے اور جو فاعلِ مختار ہو وہ کسی بھی جسم کو کسی بھی حیّز کے ساتھ خاص کر سکتا ہے اور اپنے ارادہ سے کسی بھی چیز کو ترجیح دے سکتا ہے۔
- تیسرا یہ کہ فلاسفہ کہتے ہیں ترجیح بلا مرجح باطل و محال ہے جبکہ یہاں ترجیح بلا مرجح باطل و محال نہیں ہے کیونکہ فاعل اپنے ارادہ سے ایک چیز کو دوسری چیز پر ترجیح دے سکتا ہے۔ ہاں اُس وقت ترجیح بلا مرجح باطل ہے جب کوئی چیز خود بخود ترجیح پا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

چھٹی فصل

- **نفسِ مسئلہ:** مکان کیا ہے؟
- **متکلمین (ہمارا) کا مؤقف:** مکان جسمِ موہوم کا نام ہے یعنی ایسا بُعدِ موہوم جسے جسمِ ممتد نے مشغول کر رکھا ہو۔
- **اشراقیین کا مؤقف:** بُعد مُوجود مُجَرَّد عَنِ المَادَہ کو مکان کہتے ہیں۔
- **مشائین کا مؤقف:** جسم حاوی کی سطح باطنی جو جسم محوی کی سطح ظاہری کو مس کر رہی ہو اسکو مکان کہتے ہیں۔

اشراقین کا رد:

مشائین کہتے ہیں کہ اشراقین کا مذہب باطل ہے اس لیے کہ اگر مکان خلاء کا نام ہے تو پھر سوال یہ ہو تا کہ خلاء کیا ہے؟ بُعدِ موہوم یا بُعد موجود مجرد عن المادہ؟ اگر آپ کہیں کہ بعد موہوم ہے تو بعد موہوم تو کمی زیادتی کو قبول نہیں کرتا جبکہ مکان کے درمیان پایہ جانے والا فاصلہ کمی وزیادتی کو قبول کرتا ہے لہذا یہ معنی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ بعد موجود مجرد عن المادہ ہے تو بُعد کا ھیولی سے مستغنی ہونا لازم آئے گا اور جو بُعد ھیولی سے مستغنی ہو اس کا ھیولی سے اقتران ممتنع ہوتا ہے حالانکہ پہلے یہ ثابت ہو چکا کہ ہر بُعد موجود ہیولی کا محتاج ہوتا ہے تو دونوں صورتیں باطل ہیں لہذا اشراقین کا مذہب باطل ہے۔

مشائین کا رد:

ان کا رد ایک قاعدہ سے ہی ہو جاتا ہے جسے فلاسفہ بھی تسلیم کرتے ہیں قاعدہ "ہر جسم کا کسی مکان میں ہونا ضروری ہے" تو دیکھیں کہ مکان کی تعریف میں انہوں نے جسم حاوی کی سطح باطنی کو مکان کہا، گلاس جسم حاوی اور پانی جسم باطنی تو یوں جسم حاوی کی سطح باطنی اس پانی کا مکان ہو گئی تو اب سوال یہ ہوا کہ جسم حاوی خود بھی تو ایک جسم ہے تو قاعدہ کے تحت اس کا ایک اور مکان ہونا ضروری ہے اور پھر اس مکان کیلیے ایک اور مکان چاہیے یوں ان کے مذہب کے مطابق اجسام غیر متناہیہ کا بلفعل مرتب ہونا لازم آئیگا حالانکہ خود فلاسفہ اس چیز کو باطل قرار دے چکے ہیں۔

لہذا مشائین کا مذہب بھی باطل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ساتویں فصل

- **نفسِ مسئلہ:** ہر جسم کے لیے حیّزِ طبعی کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟
- **فلاسفہ کا مؤقف:** ضروری ہے۔
- **ہمارا مؤقف:** ضروری نہیں۔

فلاسفہ کی دلیل:

قواصر وموانع کو عدم فرض کرنے کے بعد جسم جس حیز میں ہو گا اس پر سوال ہو گا کہ یہ اس حیز میں کس وجہ سے ہے؟ یا تو کسی بیرونی طاقت کی وجہ سے، یا پھر اپنی طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے، پہلی صورت تو نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس کو ہم عدم فرض کر چکے ہیں لہٰذا دوسری صورت رہ گئی تو ثابت ہو گیا کہ وہ جسم اس میں طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے ہے یہی تو اس جسم کا حیز ہے۔

فلاسفہ کا رد:

اگر آپ کی دلیل درست ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ ایک پتھر کو بلندی سے زمین کی جانب گرائیں وہ پتھر ایک فاصلے پر آ کر رُک جائے گا اور اسکی حرکت ختم ہو جائے گی اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جس جگہ پتھر گرا ہے اگر یہ اسکا حیزِ طبعی ہے تو پتھر کو دوبارہ اٹھا کر بلندی سے زمین کی طرف پھینکا جائے تو اس پتھر کو اسی جگہ گرنا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ پتھر دوسری جگہ گرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پتھر حیز میں موجود تو ہے لیکن یہ حیز اسکا حیزِ طبعی نہیں ہے کیونکہ اگر حیزِ طبعی ہوتا تو پتھر کو دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ بلکہ ہزار مرتبہ گرانے سے بھی اِسی جگہ گرتا حالانکہ پتھر ہر مرتبہ دوسری جگہ گرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جسم کے لیے جسمِ طبعی کا ہونا ضروری نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آٹھویں فصل

- **نفسِ مسئلہ:** شکلِ طبعی ثابت ہے یا نہیں؟
- **فلاسفہ کا مؤقف:** ہر جسم کے لیے شکلِ طبعی کا ہونا ضروری ہے۔
- **ہمارا مؤقف:** ہر جسم کے لیے شکلِ طبعی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

فلاسفہ کی دلیل:

قواسر (بیرونی طاقت) کو عدم فرض کرلیں تو جسم جس شکل میں متشکل ہوگا اُس پر سوال ہوگا کہ یہ شکلِ معیّن اِس جسم کو کیسے حاصل ہوئی؟ کسی بیرونی طاقت کی وجہ سے یا طبیعت کے تقاضہ کی وجہ سے؟ پہلی صورت تو باطل ہے کیونکہ بیرونی طاقت کو ہم پہلے ہی عدم فرض کرچکے ہیں۔ تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ شکل طبیعت کے تقاضہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے تو یہی شکل اِس جسم کے لیے شکلِ طبعی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا ہر جسم کے لیے شکلِ طبعی کا ہونا ضروری ہے۔

فلاسفہ کا رد:

فلاسفہ نے ہر جسم کے لیے شکلِ طبعی کو ثابت کیا ہے۔ اور یہ فاعل کو بھی بیرونی طاقت مانتے ہیں کہتے ہیں کہ فاعل کسی جسم کو شکلِ معیّن نہیں دے سکتا کیونکہ اس سے ترجیح بلا مرجّح لازم آئے گی اور یہ باطل و محال ہے۔

اور یہ بات ہمیں تسلیم ہی نہیں کیونکہ پہلے یہ بات ہم ثابت کرچکے ہیں کہ ذاتِ باری تعالیٰ فاعلِ مختار ہے اور فاعلِ مختار اپنے ارادہ سے ایک ممکن کو دوسرے ممکن پر ترجیح دے سکتا ہے جب ایسا ہے تو وہ جسم کو شکلِ طبعی بھی دے سکتا ہے۔ یہاں ترجیح بلا مرجح بھی لازم نہیں آئے گی کیونکہ اُس وقت ترجیح بلا مرجح باطل ہے جب کوئی چیز خود بخود ترجیح پا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نویں فصل

- **نفسِ مسئلہ:** ہر جسم کے لیے جسم کے علاوہ کوئی محرّک ہے یا نہیں؟
- **فلاسفہ کا مؤقف:** جی ہے۔
- **ہمارا مؤقف:** نہیں ہے۔

حرکت کی تعریف:

کسی شے کا قوّت سے فعل کی طرف خروج کرنا حرکت کہلاتا ہے۔

سکون کی تعریف:

وہ شے جسکی شان حرکت کرنا ہے اُس شے کا حرکت نہ کرنا۔

فلاسفہ کہتے ہیں کہ ہر جسم کے لیے جسم کے علاوہ کوئی محرّک ہے جو اس کو حرکت دیتا ہے کیونکہ جسم، جسم کے لیے محرّک ہو تو پھر ہر جسم ضروری طور پر محرّک ہو گا حالانکہ یہ نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح جسم کا جسم کے لیے متحرک ہونا بھی باطل ہے۔

حرکت کی چار اقسام ہیں۔

حرکت فی الکمّ:

وہ عرض جو تقسیم کو قبول کرے ذات کے اعتبار سے۔ جیسے: النّمو (بڑھنا)، الذّبول (گھٹنا)۔

حرکت فی الکیف:

وہ عرض جو تقسیم کو قبول نہ کرے نہ اپنی ذات کے اعتبار سے اور نہ ہی نسبت کے اعتبار سے۔ جیسے: پانی کا گرم اور ٹھنڈا ہونا صورتِ نوعیہ کے باقی رہنے کے ساتھ اور اس حرکت کو استحالہ بھی کہا جاتا ہے۔

حرکت فی الأین:

جسم کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف بتدریج منتقل ہونا اور اسکو نُقلہ بھی کہا جاتا ہے۔

حرکت فی الوضع:

حرکت فی الوضع یہ ہے کہ جسم کے لیے علیٰ سبیلِ استدارہ حرکت ہو تو بے شک جسم کے اجزاء مکان کے اجزاء کے مابین ہو جائینگے اور جسم کا کل اس مکان میں قائم رہے تو گویا اس جسم کے اجزاء کی نسبت بتدریج اس مکان کے اجزاء کی طرف کرتے ہوئے مختلف ہو جاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ حرکتِ ذاتیہ یا تو طبعیہ ہو گی یا قسریہ ہو گی یا ارادیہ ہو گی کیونکہ قوّتِ محرکہ یا تو خارج سے مستفاد (یعنی خارج سے فائدہ حاصل کرتی ہو گی) یا نہیں اگر نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکے لیے شعور ہو گا یا نہیں ہو گا پس اگر اسکے لیے شعور ہو تو حرکتِ ارادیّہ ہے اور اگر شعور نہ تو حرکتِ طبعیّہ ہے اور اگر خارج سے مستفاد ہو تو وہ حرکتِ قسریّہ ہو گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دسویں فصل

- **نفسِ مسئلہ:** زمانہ کیا ہے؟
- **فلاسفہ کا مؤقف:** زمانہ واجب الوجود ہے۔(یہ مذہب قطعاً حتماً باطل ہے کیونکہ واجب الوجود صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ نہ زمانہ ہے نہ ہی زمانی)۔
- **بعض فلاسفہ کا مؤقف:** زمانہ فلکِ اعظم ہے۔(یہ مذہب بھی باطل ہے کیونکہ زمانہ تین حال سے خالی نہ ہو گا یا تو ماضی ہو گا یا حال ہو گا یا پھر مستقبل ہو گا۔حال موجود ہے اور ماضی اور مستقبل معدوم ہیں اور فلکِ اعظم موجود ہے معدوم نہیں جبکہ زمانہ کے اندر موجود و معدوم دونوں کا احتمال ہے لہٰذا فلکِ اعظم کو زمانہ کہنا درست نہیں)۔
- **دوسرے بعض فلاسفہ کا مؤقف:** زمانہ فلکِ اعظم کی حرکت ہے۔(یہ مذہب بھی باطل ہے کیونکہ ہو سکتا ہے زمانہ دیگر افلاک کی حرکت ہو خلائے اعظم کی حرکت نہ ہو)۔
- **جمہور فلاسفہ اور مصنّفِ ہدایۃ الحکمت کا مؤقف:** زمانہ فلکِ اعظم کی حرکت کی مقدار ہے۔(یہ مذہب بھی باطل ہے جیسے اوپر تیسرا مذہب باطل ہے)۔
- **متکلّمین کا مؤقف:** زمانہ امتدادِ موہوم کا نام ہے۔(یعنی زمانہ اُس امتداد کا نام ہے جو کہیں سے شروع ہو اور آئندہ کسی مقام پر ختم ہو جائے)۔

زمانہ موجود في الخارج ہے یا موہوم في الذهن

- **متکلّمین کا مؤقف:** ان کے نزدیک چونکہ زمانہ امتدادِ موہوم کا نام ہے اس لئے ان کے نزدیک زمانے کا وجود ذہن میں ہے خارج میں نہیں یعنی انکے نزدیک زمانے کا وجود ذہنی ہے۔
- **فلاسفہ کا مؤقف:** ان کے نزدیک زمانہ خارج میں موجود ہے یعنی موجود فی الخارج ہے۔

حرکت توسطیہ : مبدأ سے جدا ہونے کے بعد اور مُنتہیٰ تک پہنچنے سے قبل ہر لمحہ میں جو حرکت لاحق ہوئی وہ حرکت توسطیہ ہے اور یہ حرکت ناقابل تقسیم ہے۔

حرکت قطعیہ: حرکت توسطیہ کی وجہ سے مبدا سے منتہی تک جو ان کو حرکتِ متصلہ وحدانیہ متخیَّل ہوتی ہے وہ حرکتِ قطعیہ ہے۔

مثال: بادل سے جب ایک قطرہ بصورت بارش زمین پر آتا ہے تو بادل سے نکلنے کے بعد اور زمین تک پہنچنے سے قبل ہر آن میں اسکی جو حالت ناقابل تقسیم ہے وہ حرکتِ توسطیہ ہے اور بادل سے زمین تک ذہن میں جو ایک خط موہوم متصل متخیل ہو وہ حرکت قطعیہ ہے۔

فلاسفہ کی دلیل:

اس پر قیاس کرتے ہوئے فلاسفہ کہتے ہیں کہ خارج میں ایک آن سیال (ایک بہنے والا لمحہ یا ساعت) موجود ہے جو حرکت توسطیہ کی طرح بسیط اور ناقابلِ تقسیم ہے اور یہی آن سیال حرکت توسطیہ کی طرح ایک امتدادِ متصل کو بنا رہا ہے۔ اور اس امتدادِ متصل کا نام زمانہ ہے۔ چونکہ آن سیال خارج میں موجود ہے تو اس سے بننے والی امتدادِ متصل بھی خارج میں موجود ہو گی اور یہی امتدادِ متصل زمانہ ہے۔ تو پتا چلا کہ زمانہ خارج میں موجود ہے۔ اس پر دلیل دیتے ہیں کہ ایک معیّن مسافت پر جب ہم دو حرکتیں فرض کرتے ہیں ان میں سے ایک اِبطا (آہستہ) اور دوسری اسرع (تیز) ہے۔ اور دونوں کی ابتداء ایک ہے تو اسرع حرکت کی مسافت زیادہ اور ابطا حرکت کی مسافت کم ہو گی تو پتا چلا کہ دونوں کے درمیان خارج میں ایک امر موجود ہے۔ جو حرکات کو اپنے ضمن میں لیتا ہے وہی امر خارجی زمانہ ہے۔

فلاسفہ کا رد:

1: ہم کہتے ہیں کہ آن سیال کوئی چیز نہیں ہے۔ اور ان کا یہ قیاس، قیاس غائب علی الشاہد ہے اور ایسا قیاس مردود ہے۔ اس لیے کہ زمانی مقدار کا تو ہر بچے کو علم ہے جبکہ آن سیال کا مشاہدہ تو کسی نے نہیں کیا۔

2: فلاسفہ نے زمانہ کے وجود خارجی پر دلیل بیان کی کہ خارج سے ایک ایسا امر موجود ہے جو حرکات کو ضمن میں لیتا ہے۔ ہم کہتے ہیں اس امر کو وجودِ خارجی درکار نہیں۔ بلکہ وجودِ واقعی درکار ہے تو یاد رکھیں وجودِ واقعی وجودِ خارجی سے اعم ہے۔ جیسے: فوقیتِ سماء ثابت ہے اسی طرح تحتیتِ ارض بھی ثابت ہے تو اس سے فوقیت و تحتیت کا وجودِ خارجی لازم نہیں آتا بلکہ فوقیت و تحتیت کو صرف وجودِ واقعی چاہیے۔

زمانہ حادث ہے یا قدیم

- **متکلمین کا مؤقف:** ان کے نزدیک زمانہ حادث ہے کہ اس کیلئے بدایۃ (ابتداء) اور نہایہ (انتہاء) ہے تو جس کیلئے بدایۃ اور نہایہ ہو وہ حادث ہوتا ہے لہٰذا زمانہ بھی حادث ہے۔
- **فلاسفہ:** ان کے نزدیک چونکہ زمانہ کیلئے بدایۃ اور نہایہ نہیں ہے لہٰذا زمانہ قدیم ہے۔

فلاسفہ کی دلیل :

اگر زمانے کی بدایۃ مانی جائے تولازم آئیگا کہ اس بدایۃ ِ زمان سے زمانے کاعدم ہو اور یہ عدمِ زمان وجودِ زمان سے قبل ہو گا ایسی قبلیت کیساتھ جو بعدیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی اور ایسی قبلیت زمانی ہوتی ہے۔ تو جس وقت میں زمانے کاعدم فرض کیا اس میں زمانے کا وجود لازم آیا اور یہ محال ہے۔ جب یہ محال بدایۃ کے ماننے کی وجہ سے لازم آیا ہے تو بدایۃ ً ماننا بھی محال ہے۔ اسی طرح اگر نہایۃ ً مانی جائے تو اس نہایہ کے زمانے کے بعد زمانے کا عدم لازم آئے گا اور یہ عدمِ زمانہ وجودِ زمان کے بعد ہو گا ایسی بعد کے کیساتھ جو قبلیت کیساتھ جمع نہیں ہو سکتی اور ایسی بعدیت زمانی ہوتی ہے۔ تو اس صورت میں بھی زمانے کے عدم فرض کرنے کے وقت میں زمانے کا موجود ہونا لازم آیا اور یہ محال ہے۔ جب یہ محال نہایۃ کی وجہ سے لازم آیا تو پتا چلا کہ نہایۃً ماننا بھی محال ہے۔

فلاسفہ کارد:

فلاسفہ نے کہا کہ جو قبلیت بعدیت کہ ساتھ جمع نہ ہو سکے اسے زمانی کہتے ہیں۔ یہ درست نہیں کیونکہ دیکھیں فلاسفہ خدائے باری تعالی کو زمانے سے پاک مانتے ہیں اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عقل کو پیدا کیا اور اس نے پھر فلک اوّل اور دوسری عقل کو پیدا کیا حتّٰی کہ نو(9) فلک اور دس (10) عقلیں پیدا ہوئیں۔ تو پتا چلا کہ عقولِ عشرہ واجب تعالی کے بعد ہوں گی ایسی بعدیت جو قبلیت کیساتھ جمع نہ ہو سکے تو پھر تو یہ زمانی ہوئی اور اسطرح اللہ تعالیٰ کے لیے زمانے کا ثبوت ہو گا جو درست نہیں کیونکہ باری تعالیٰ زمانہ سے پاک ہے لہٰذا پتا چلا کہ یہ زمانی نہیں ہے اور زمانہ حادث ہے قدیم نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگر کوئی غلطی پائیں تو ضرور آگاہ کریں۔ 03029837414

کمپوزر: محمد سرفراز عطاری: 03079726130،03198370838